مرزا قادیانی نے نبوت کے جو معیار خود بیان کیے، وہی معیار خود اس پر پورے نہیں اترتے۔ ذیل میں معیارِ نبوت کے ایک اہم نکتے پر مختصر مگر مدلل وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

معیارِ نبوت نمبر 1

مرزا قادیانی کے اساتذہ

مصنف

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

معیارِ نبوت 1

انبیاء کے دنیاوی اساتذہ نہیں ہوتے

مرزا غلام قادیانی نے نبوت کے جو خود ساختہ معیار بیان کیے ہیں، ان میں سب سے پہلا اور بنیادی معیار یہ ہے کہ نبی کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ف ہوتا بلکہ وہ براہِ راست رحمٰن کا شاگرد ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی انبیاء کی نسبت خود لکھتا ہے:

انھم تلامیذ الرحمان

انبیاء رحمٰن کے شاگرد ہوتے ہیں (یعنی ان کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہوتا)

(روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 424)

یہ معیار محض کسی مخالف کی گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ خود مرزا قادیانی کے قلم سے نکلا ہوا وہ اصول ہے جسے وہ نبوت کی پہچان قرار دیتا ہے۔ اس معیار کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ نبی کا علم کسی مکتب، مدرسہ، استاد، شیخ یا معلم سے حاصل شدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کو "تلامیذُ الرحمٰن" کہا گیا ہے، نہ کہ تلامیذُ البشر۔

اب جب اسی معیار کو مرزا قادیانی کی اپنی زندگی پر منطبق کیا جائے تو اس کا دعوائے نبوت اپنی بنیاد ہی سے متزلزل ہو جاتا ہے، کیونکہ مرزا غلام قادیانی کی تعلیم، تربیت اور علمی تشکیل دنیاوی اساتذہ کے ذریعے ہوئی، جس کا اعتراف وہ خود مختلف مقامات پر کرتا ہے۔ اس کے باوجود وہ انبیاء کے لیے جو معیار قائم کرتا ہے، اسی معیار پر وہ خود پورا نہیں اترتا، جو اس کے دعوے کا داخلی تضاد اور فکری دیوالیہ پن ثابت کرتا ہے۔

آئندہ صفحات میں اسی معیارِ نبوت کو مرزا قادیانی کے اپنے اعترافات، اساتذہ کے ذکر اور قادیانی لٹریچر کے حوالہ جات کی روشنی میں تفصیل سے پرکھا جائے گا، تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جس شخص نے نبوت کا پہلا زینہ ہی خود اپنے قلم سے توڑ دیا ہو، وہ کس طرح نبوت جیسے عظیم منصب کا مدعی بن سکتا ہے۔

معیارِ نبوت (اوّل) کی روشنی میں مرزا قادیانی کے دنیاوی اساتذہ

جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نَحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیاں میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ

نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے۔

(روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 181)

بقلمِ خود اعتراف اور داخلی تضاد

مرزا غلام قادیانی نے نبوت کا پہلا معیار خود یہ قائم کیا تھا کہ انبیاء "تلامیذُ الرحمٰن" ہوتے ہیں، یعنی ان کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہوتا، بلکہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے علم پاتے ہیں۔ مگر جب اسی معیار کو مرزا قادیانی کی اپنی زندگی پر پرکھا جائے تو اس کا دعویٰ ابتدا ہی میں منہدم ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ خود تفصیل کے ساتھ اپنے متعدد دنیاوی اساتذہ کا ذکر کرتا ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ جب وہ چھ یا سات برس کا تھا تو اس کے لیے ایک فارسی خواں معلم نوکر رکھا گیا، جنہوں نے اسے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھائیں، اور اس استاد کا نام فضل الٰہی تھا۔ پھر جب اس کی عمر تقریباً دس برس ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی اس کی تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ ان مولوی صاحب نے اسے صرف کی بعض کتابیں اور نحو کے قواعد پڑھائے۔ اس کے بعد مرزا مزید لکھتا ہے کہ جب وہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب گل علی شاہ سے چند سال تک پڑھنے کا اتفاق ہوا، جنہیں اس کے والد نے باقاعدہ نوکر رکھ کر قادیان میں مقرر کیا تھا۔ ان سے اس نے نحو، منطق، حکمت اور دیگر مروجہ علوم حاصل کیے، اور ساتھ ہی بعض طبابت کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں جو اس کے بقول فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔

یہاں کسی تاویل، مجاز یا مبہم تعبیر کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مرزا قادیانی نہ صرف اپنے دنیاوی اساتذہ کا اعتراف کرتا ہے بلکہ یہ بھی مانتا ہے کہ اسے قرآن، فارسی، عربی، صرف، نحو، منطق، حکمت اور طب جیسے علوم باقاعدہ انسانی معلمین سے حاصل ہوئے۔ اس کے والد نے اساتذہ کو نوکر رکھ کر مقرر کیا، برسوں تک تعلیم دلوائی، اور خود والد سے بھی وہ فنِ طبابت سیکھتا رہا۔

اب سوال یہ نہیں کہ مرزا نے تعلیم حاصل کی یا نہیں، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ جس معیارِ نبوت کو مرزا قادیانی نے خود قلم بند کیا، کیا وہ خود اس معیار پر پورا اترتا ہے؟ اگر نبی وہ ہوتا ہے جس کا کوئی دنیاوی استاد نہ ہو اور جو براہِ راست رحمٰن کا شاگرد ہو، تو پھر ایک ایسا شخص جو اپنے اساتذہ کے نام، مضامین اور مدتِ تعلیم خود بیان کرے، وہ اپنے ہی طے کردہ معیار کے مطابق نبی کیسے بن سکتا ہے؟

یوں مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت کسی بیرونی اعتراض سے نہیں بلکہ اس کے اپنے قلم سے صادر ہونے والے بیانات کی زد میں آ کر باطل ہو جاتا ہے۔ یہ پہلا معیارِ نبوت ہی اس کے دعوے کی بنیاد کو گرا دیتا ہے، اور ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نہ "تلمیذُ الرحمٰن" ہے اور نہ ہی اپنے خود ساختہ معیارِ نبوت پر پورا اترتا ہے۔ آئندہ معیار میں یہ تضاد مزید نمایاں ہو کر سامنے آئے گا۔

پہلے معیارِ نبوت پر مرزا کا آخری اور قطعی اعتراف

فرمایا: انبیاء تلامیذ الرحمٰن ہوتے ہیں، اُن کی ترقی بھی تدریجی ہوتی ہے اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مکتب میں تعلیم پانے والے ہوتے ہیں اور تلامیذ الرحمٰن کہلاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 246)

مرزا غلام قادیانی نے صرف ایک مقام پر نہیں بلکہ بار بار اور مختلف انداز میں اس

اصول کو دہرایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیاوی اساتذہ کے شاگرد نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مکتب میں تعلیم پاتے ہیں۔ چنانچہ وہ صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ انبیاء تلامیذُ الرحمٰن ہوتے ہیں، ان کی ترقی اگرچہ تدریجی ہوتی ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے والے ہوتے ہیں اور اسی نسبت سے تلامیذُ الرحمٰن کہلاتے ہیں۔

یہ عبارت اس بات کو بالکل غیر مبہم بنا دیتی ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی نبوت کا پہلا اور بنیادی معیار یہی ہے کہ نبی کا علم کسی انسانی استاد، مدرسہ یا دنیاوی معلم سے حاصل شدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تربیت کے تحت ہوتا ہے۔ یہاں مرزا نے نہ کوئی استثناء ذکر کیا، نہ کسی نبی کے لیے دنیاوی اساتذہ کی گنجائش چھوڑی، بلکہ عمومی اور کلی قاعدہ بیان کیا ہے۔

اب جب اسی معیار کو مرزا قادیانی کی اپنی زندگی پر منطبق کیا جائے تو اس کا دعویٰ خود اسی کے بیان کردہ اصول سے ٹکرا کر چکنا چور ہو جاتا ہے۔ ایک طرف وہ انبیاء کو "تلامیذُ الرحمٰن" قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اپنی پوری تعلیمی تاریخ خود قلم بند کرتا ہے کہ اسے قرآن، فارسی، عربی، صرف، نحو، منطق، حکمت اور طب جیسے علوم بچپن سے لے کر جوانی تک مختلف دنیاوی اساتذہ نے پڑھائے، جنہیں اس کے والد نے باقاعدہ نوکر رکھ کر مقرر کیا تھا۔

یہ تضاد کسی مخالف کی تشریح نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے اپنے اقوال کا باہمی تصادم ہے۔ اگر انبیاء اللہ کے مکتب کے شاگرد ہوتے ہیں اور دنیاوی اساتذہ سے تعلیم نہیں لیتے، تو پھر ایک ایسا شخص جو اپنے متعدد اساتذہ کے نام، ان کی خدمات، مضامین تدریس اور مدتِ تعلیم خود بیان کرے، وہ اپنے ہی طے کردہ معیار کے مطابق نبی کیسے ہو سکتا ہے؟

یوں معیارِ نبوت کا پہلا زینہ ہی مرزا قادیانی کے قدموں تلے سے نکل جاتا ہے۔ اس کا

دعوائے نبوت کسی بیرونی تنقید کا محتاج نہیں رہتا بلکہ بقلمِ خود اس کے اپنے بیانات اس کے دعوے کو باطل ثابت کر دیتے ہیں۔ یہی اس رسالے کا بنیادی منہج ہے کہ مرزا قادیانی کو نہ کسی اضافی الزام سے رد کیا جائے اور نہ کسی خارجی معیار سے، بلکہ اسی کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں اس کے دعوے کی حقیقت واضح کی جائے۔ اگلا معیارِ نبوت اسی داخلی تضاد کو مزید نمایاں کرے گا۔

مرزا قادیانی کا مزید قطعی اعتراف

مرزا غلام قادیانی نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو اصول خود مقرر کیا تھا، اس پر وہ بار بار اور مختلف مقامات پر زور دیتا نظر آتا ہے۔ ایک اور مقام پر وہ کسی تاویل یا تخصیص کے بغیر صاف لفظوں میں لکھتا ہے کہ:

کیونکہ سب نبی تلامیذ الرحمان ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 358)

یہ عبارت نہ صرف سابقہ اقوال کی تائید کرتی ہے بلکہ اس معیار کو مزید مضبوط اور قطعی بنا دیتی ہے۔ یہاں مرزا نے "سب نبی" کا لفظ استعمال کر کے کسی استثناء، کسی جزوی صورت یا کسی مخصوص نبی کو الگ کرنے کی گنجائش بھی باقی نہیں چھوڑی۔ اس کے نزدیک ہر نبی بلا استثناء رحمٰن کا شاگرد ہوتا ہے، یعنی اس کی تعلیم و تربیت براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، نہ کہ کسی انسانی استاد، مدرس یا دنیاوی معلم کے ذریعے۔

اب جب اسی کلی اور عمومی اصول کو مرزا قادیانی کی اپنی زندگی پر منطبق کیا جائے تو اس کا دعوائے نبوت خود اس کے اپنے اقوال کے سامنے ٹھہر نہیں پاتا۔ ایک طرف وہ اعلان کرتا ہے کہ سب نبی تلامیذُ الرحمٰن ہوتے ہیں، اور دوسری طرف وہ اپنی تعلیم کا پورا نقشہ خود پیش کرتا ہے کہ کس عمر میں کون سا استاد مقرر ہوا، کس نے قرآن و فارسی پڑھائی، کس نے عربی، صرف و نحو

سکھایا،کس نے منطق و حکمت پڑھائی اور کس سے طبابت کے اسباق لیے۔ یہ سب کچھ انسانی اساتذہ سے، برسوں کی تدریجی تعلیم کے ذریعے حاصل کیا گیا، جس کا وہ خود معترف ہے۔

یوں یہ معاملہ اب کسی ایک اقتباس یا ایک عبارت تک محدود نہیں رہتا بلکہ مرزا قادیانی کے متعدد بیانات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک ہی حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ نبوت کے پہلے معیار میں وہ خود اپنے ہی قائم کردہ اصول سے خارج ہو جاتا ہے۔جس شخص نے خود لکھ دیا کہ سب نبی تلامیذُ الرحمٰن ہیں، وہ اگر اپنی پوری علمی بنیاد کو دنیاوی اساتذہ سے جوڑ دے تو اس کا دعوائے نبوت اسی لمحے منہدم ہو جاتا ہے۔

یہی اس رسالے کا مرکزی نکتہ ہے کہ مرزا قادیانی کو رد کرنے کے لیے کسی بیرونی معیار یا مخالف کے الزام کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کا اپنا قلم، اس کے اپنے الفاظ اور اس کے اپنے مقرر کردہ معیارِ نبوت ہی اس کے دعوے کی نفی کے لیے کافی ہیں۔اگلے معیارِ نبوت میں یہی داخلی تضاد ایک نئے زاویے سے مزید واضح ہو کر سامنے آئے گا۔

مرزا قادیانی کا بقلمِ خود کاذب ہونا ثابت

اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 211)

مرزا غلام قادیانی نے سب سے پہلے خود اپنے آپ کو نبی اور رسول تسلیم کیا اور اس پر اصرار کیا کہ وہ خدا کی طرف سے علمِ غیب پانے والا، بھیجا گیا اور نبی ہے، اگرچہ کسی نئی شریعت کے بغیر۔ وہ صاف لفظوں میں لکھتا ہے کہ اس واسطہ سے اسے خدا کی طرف سے علمِ غیب ملا ہے، وہ رسول اور نبی ہے، اور اس طور کا نبی کہلانے سے اس نے کبھی انکار نہیں کیا، بلکہ خدا نے اسی معنی میں اسے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے، اور وہ آج بھی انہی معنوں میں نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے خود نبوت کا پہلا معیار بھی مقرر کیا کہ انبیاء کے دنیاوی اساتذہ نہیں ہوتے بلکہ وہ "تلامیذُ الرحمٰن" ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مکتب میں تعلیم پاتے ہیں، اور تمام انبیاء بلا استثناء اسی وصف کے حامل ہوتے ہیں۔ اس اصول کو اس نے مختلف مقامات پر دہرایا، کبھی "اِنَّھُمْ تَلَامِیْذُ الرَّحْمٰنِ" کے الفاظ میں، کبھی یہ کہہ کر کہ سب نبی تلامیذُ الرحمٰن ہیں، اور کبھی یہ تصریح کر کے کہ انبیاء اللہ کے مکتب کے شاگرد ہوتے ہیں، نہ کہ دنیاوی استادوں کے۔

پھر اسی مرزا قادیانی نے اپنی پوری تعلیمی زندگی کی تفصیل بھی خود قلم بند کر دی کہ اسے قرآن، فارسی، عربی، صرف، نحو، منطق، حکمت اور طب جیسے علوم بچپن سے لے کر جوانی تک مختلف دنیاوی اساتذہ نے پڑھائے، جنہیں اس کے والد نے باقاعدہ نوکر رکھ کر مقرر کیا تھا، اور اس نے برسوں ان سے تعلیم حاصل کی۔ یہ اعترافات نہ کسی دشمن کی طرف سے ہیں، نہ کسی مناظر کی گھڑی ہوئی بات، بلکہ مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ، اپنی کتابوں اور اپنے قلم سے نکلے ہوئے بیانات ہیں۔

اب جب ان تینوں باتوں کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو نتیجہ بالکل واضح اور قطعی ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے خود کہا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ اس نے خود کہا کہ نبی کا کوئی دنیاوی

استاد نہیں ہوتا۔ اور اس نے خود یہ بھی مان لیا کہ میرے دنیاوی اساتذہ تھے اور میں نے ان سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ان تینوں میں سے کوئی ایک بات بھی جھوٹی ہو تو دعوائے نبوت باطل ہو جاتا ہے، اور یہاں تو تینوں باتیں خود مرزا کے اپنے قلم سے ثابت ہیں، مگر آپس میں ایک دوسرے کی نفی کر رہی ہیں۔

لہٰذا مرزا قادیانی اپنے ہی مقرر کردہ معیارِ نبوت کے تحت نبی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اسی معیار کی روشنی میں کاذب قرار پاتا ہے۔ یہ فیصلہ کسی بیرونی عقیدے، کسی مخالف کے الزام یا کسی مناظرانہ دعوے پر مبنی نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے اپنے اعترافات، اس کے اپنے اصول اور اس کے اپنے بیانات کا منطقی اور ناگزیر نتیجہ ہے۔ یوں معیارِ نبوت کا پہلا باب ہی مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے اور واضح کر دیتا ہے کہ وہ نہ تلمیذُ الرحمٰن ہے اور نہ ہی نبوت کے منصب کا اہل۔

حدیثِ اُمّی اور معیارِ نبوت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْبَرًا مِنْ نُورٍ، وَإِنِّي لَعَلَى أَطْوَلِهَا وَأَنْوَرِهَا، فَيَجِيءُ مُنَادٍ، فَيُنَادِي: أَيْنَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ؟ قَالَ: فَيَقُولُ الْأَنْبِيَاءُ: كُلُّنَا نَبِيٌّ أُمِّيٌّ، فَإِلَى أَيِّنَا أُرْسِلَ؟ فَيَرْجِعُ الثَّانِيَةَ، فَيَقُولُ: أَيْنَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ؟ قَالَ: فَيَنْزِلُ مُحَمَّدٌ حَتَّى يَأْتِيَ بَابَ الْجَنَّةِ، فَيَقْرَعُهُ، فَيَقُولُ: مَنْ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ أَوْ أَحْمَدُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر نبی کے لیے نور کا ایک منبر ہوگا، اور میں ان سب میں سب سے بلند اور سب سے زیادہ روشن منبر پر ہوں گا۔ پھر ایک منادی آئے گا اور پکارے گا: کہاں ہیں اُمّی نبی؟ تو انبیاء کہیں گے: ہم سب ہی اُمّی نبی ہیں، تو وہ کس کی طرف بھیجے گئے تھے؟ پھر وہ منادی دوسری مرتبہ لوٹے گا اور کہے گا: کہاں ہیں عربی اُمّی نبی؟ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے اور اسے کھٹکھٹائیں گے۔ تو کہا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد یا احمد۔

(صحیح ابن حبان جلد 14 صفحہ 399، حدیث 6480، طبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت)

پیش کی گئی حدیث سے ایک نہایت اہم اور اصولی نکتہ ثابت ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام اُمّی ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ اُمّی ہونا انبیاء کی مشترکہ صفت ہے، کوئی انفرادی یا جزوی وصف نہیں۔ خود انبیاء کا یہ کہنا کہ ہم سب اُمّی نبی ہیں اس حقیقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ نبوت اور اُمّیت لازم وملزوم ہیں۔

اب یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اُمّی کا مفہوم کیا ہے۔ اہلِ لغت، محدثین اور متکلمین کے نزدیک اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی انسانی یا دنیاوی استاد سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی ہو، نہ کسی مدرسے کا شاگرد رہا ہو اور نہ کسی معلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہو، بلکہ اس کا علم براہِ راست اللہ تعالیٰ کی عطا ہو۔ یہی مفہوم مرزا قادیانی نے بھی خود بیان کیا کہ انبیاء "تلامیذُ الرحمٰن" ہوتے ہیں اور اللہ کے مکتب میں تعلیم پاتے ہیں، نہ کہ دنیاوی اساتذہ سے۔

یوں یہ حدیث دراصل مرزا قادیانی کے اپنے بیان کردہ معیارِ نبوت کی مکمل تائید کرتی

ہے۔حدیث یہ ثابت کرتی ہے کہ نبی اُمّی ہوتا ہے، اور اُمّی ہونے کا لازمی مطلب یہ ہے کہ نبی کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہوتا۔مرزا قادیانی نے بھی یہی کہا کہ سب نبی تلامیذُ الرحمٰن ہیں۔لیکن جب اسی اصول کو مرزا قادیانی کی ذات پر منطبق کیا جاتا ہے تو اس کا دعویٰ خود بخود باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی کتب میں صاف صاف اعتراف کرتا ہے کہ اس نے قرآن، فارسی، عربی، صرف، نحو، منطق، حکمت اور طب جیسے علوم مختلف دنیاوی اساتذہ سے حاصل کیے، جنہیں اس کے والد نے نوکر رکھ کر مقرر کیا تھا۔

اب صورتِ حال بالکل واضح ہے۔حدیثِ صحیح سے ثابت ہوا کہ نبی اُمّی ہوتا ہے۔اُمّی کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہوتا۔مرزا قادیانی خود مانتا ہے کہ اس کے کئی دنیاوی اساتذہ تھے۔اور اس کے باوجود وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ان تمام حقائق کو یکجا کرنے کے بعد ناگزیر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مرزا قادیانی نبوت کے پہلے ہی معیار پر پورا نہیں اترتا۔وہ نہ اُمّی ہے، نہ تلمیذُ الرحمٰن، بلکہ باقاعدہ انسانی اساتذہ کا شاگرد رہا ہے، لہٰذا اپنے ہی مقرر کردہ معیار اور حدیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کا دعوائے نبوت باطل اور کاذب ثابت ہوتا ہے۔

فیصلہ کن خلاصہ ہے یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو نبی ثابت کرنے کے لیے نہیں بلکہ نبی نہ ہونے کے لیے قرآن، حدیث اور اس کے اپنے اقوال ہی کافی ہیں، اور معیارِ نبوت کا پہلا اصول ہی اس کے دعوے کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔

نبوت ایک ایسا منصبِ الٰہی ہے جو محض دعوے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ واضح علامات اور اصول ہیں، جنہیں قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ نے کھول کر بیان کیا ہے۔انہی اصولوں میں سے ایک بنیادی اور متفق علیہ معیار یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اُمّی ہوتے ہیں، یعنی وہ کسی دنیاوی استاد کے شاگرد نہیں ہوتے بلکہ براہِ

راست اللہ تعالیٰ سے علم پاتے ہیں۔ اسی اصول کو خود مرزا غلام قادیانی نے بھی تسلیم کیا، لیکن جب اس معیار کو اس کی اپنی ذات پر منطبق کیا جاتا ہے تو اس کا دعویٰ نبوت اس کے اپنے اعترافات سے باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

اسلام میں اُمّیتِ نبی ﷺ کا بیان

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں نبی اکرم ﷺ کی صفتِ اُمّیت کو بطورِ دلیل نبوت بیان فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔

(سورہ اعراف آیت 157)

یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اُمّی ہونا نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ بغیر کسی دنیاوی تعلیم کے ایسا کامل علم، حکمت اور شریعت پیش کرنا محض وحیِ الٰہی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل ضرور شک لاتے۔

(سورہ عنکبوت آیت 48)

یہ آیت اس اصول کو مزید مضبوط کر دیتی ہے کہ نبی کا کسی دنیاوی تعلیمی نظام سے وابستہ ہونا، اس کے منصبِ نبوت کے خلاف ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن منادی پکارے گا: کہاں ہیں اُمّی نبی؟ تو تمام انبیاء کہیں گے: ہم سب اُمّی نبی ہیں، پھر خاص طور پر اُمّی عربی نبی کے پکارنے پر نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے۔ یہ روایت اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ اُمّیت تمام انبیاء کی مشترکہ صفت ہے، نہ کہ صرف ایک نبی کی۔

یہاں اُمّی کا مفہوم محض لکھنا پڑھنا نہ جاننا نہیں بلکہ کسی دنیاوی استاد سے تعلیم حاصل نہ کرنا ہے، کیونکہ اگر علم انسانوں سے حاصل کیا جائے تو وحی کی حجیت اور نبوت کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔

مرزا غلام قادیانی نے انبیاء کے بارے میں خود لکھا کہ:

انھم تلامیذُ الرحمٰن، یعنی انبیاء رحمٰن کے شاگرد ہوتے ہیں، ان کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہوتا۔ اسی بات کو اس نے مختلف مقامات پر دہرایا کہ انبیاء اللہ کے مکتب میں تعلیم پاتے ہیں اور تلامیذُ الرحمٰن کہلاتے ہیں۔ یہ اعتراف بذاتِ خود اہلِ سنت کے مؤقف کی تائید ہے کہ نبوت کا ایک لازمی معیار دنیاوی اساتذہ سے بے نیازی ہے۔

اس کے برعکس مرزا قادیانی اپنی زندگی کی تفصیل میں خود اعتراف کرتا ہے کہ بچپن میں قرآن اور فارسی ایک فارسی خواں معلم سے پڑھی، پھر عربی خواں مولوی فضل احمد سے صرف ونحو سیکھی، پھر مولوی گل علی شاہ سے نحو، منطق اور حکمت پڑھی، اور طبابت اپنے والد سے حاصل کی۔ یہ سب اعترافات اس کی اپنی کتب میں محفوظ ہیں اور کسی مخالف کی گھڑی ہوئی بات

نہیں۔

اب یہاں سوال یہ نہیں رہتا کہ مرزا قادیانی کے اساتذہ تھے یا نہیں، کیونکہ وہ خود اس کا اقرار کر چکا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا کوئی ایسا شخص جس نے باقاعدہ دنیاوی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہو، نبوت کے اس معیار پر پورا اتر سکتا ہے جسے وہ خود تسلیم کرتا ہے؟

قرآنِ کریم یہ بتاتا ہے کہ نبی اُمّی ہوتا ہے۔ حدیثِ صحیح یہ ثابت کرتی ہے کہ تمام انبیاء اُمّی ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی خود مانتا ہے کہ انبیاء تلامیذُ الرحمٰن ہوتے ہیں اور ان کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہوتا۔ اور پھر وہ خود اپنے متعدد دنیاوی اساتذہ کا اعتراف بھی کرتا ہے، ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ میں نبی اور رسول ہوں، اگرچہ بغیر نئی شریعت کے۔

ان تمام باتوں کو جمع کرنے کے بعد عقلی، نقلی اور اعترافی طور پر ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی نبوت کے پہلے معیار پر ہی پورا نہیں اترتا۔ اس کا دعویٰ نبوت قرآن، حدیث اور اس کے اپنے اقوال کی روشنی میں باطل ہے، اور وہ اپنے ہی مقرر کردہ اصول کے مطابق کذاب ثابت ہوتا ہے۔

یہ مضمون اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دعوے کو رد کرنے کے لیے کسی بیرونی الزام کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے اپنے اقوال، قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ ﷺ ہی اس کے دعوے کی نفی کے لیے کافی ہیں۔

الـوحيـد، إنْ هـم إلّا كـالأنعام بل من أسفل السافلين. وأما عباد اللّٰه الصادقون، وعشّاقه المخلصون، فهم يصلِون إلى لُبّ الحقائق، ودُهن الدقائق، ويغرس اللّٰه فـي قـلـوبهـم شـجرة عظمته ودوحة جلاله وعزّته، فيعيشون بمحبته ويموتون لـمحبته، وإذا جاء وقت الحشر فيقومون من القبور في محبته. قوم فانون، ولـلّٰه موجَعون، وإلى اللّٰه متبتّلون، وبتحريكه يتحركون، وبإنطاقه ينطقون، وبتبصيره يبـصـرون، وبإيمائه يُعادون أو يُوالون. الإيمان إيمانهم، والعدم مكانهم، سُتِروا في ملاحف غيرة اللّٰه فلا يعرفهم أحد من المحجوبين. يُعرفون بالآيات وخرقِ العادات والتأييدات مِن ربّ يتولاهم، وأنعمَ عليهم بأنواع الإنعامات. يدركهم عـنـد كـل مصيبة، وينصرهم في كل معركة بنصر مبين. إنهم تلاميذ الرحمان، والـلّٰـهُ كـان لهـم كـالقوابل للصبيان، فيكون كل حركتهم مِن يد القدرة، ومِن مُحرِّكٍ غاب من أعين البريّة، ويكون كل فعلهم خارقا للعادة، ويفوقون الناس فـي جميع أنواع السعادة؛ فصبرهم كرامة، وصدقهم كرامة، ووفاءهم كرامة، ورضاءهم كـرامة، وحـلـمهـم كـرامة، وعلمهم كرامة، وحياءهم كرامة، ودعاءهم كرامة، وكـلـماتهم كرامة، وعبـاداتهم كرامة، وثبـاتهم كرامة؛ وينـــزلون من اللّٰه بمنزلة لا يعلمها الخلق. وإنهم قوم لا يشقى جليسهم، ولا يُرَدُّ أنيسهم، وتجد ريّا المحبوب في مجالسهم، ونسيم البركات في محافلهم، إن كـنـتَ لسـت أخشَـمَ ومـن الـمـحـرومين. ويـنـــزل بركات على جدرانهم وأبوابهم وأحبابهم، فتراها إن كنتَ لستَ من قوم عمين.

أيها النّاس قـد تـقطعت معاذيركم، وتبينت دقاريركم، وأقبلتم عليّ إقبالَ سفّـاكٍ، ولـكـن حـفـظني ربّي من هلاكٍ، فأصبحتُ مظفرًا ومن الغالبين. أيها النّاس. قد اعتديتم اعتداءً كبيرًا فاخشوا عليمًا خبيرًا، ولا تجعلوا أنفسكم بنَخّها وجَـخّها كـعِـظـام استـخـرجـت مخّها، ولا تعثوا في الأرض معتدين. وإنّي امرؤٌ

کیونکہ بٹالہ اور گورداسپور میں مشنری صاحب موجود ہیں اور نہ اس نے کوئی خاص وجہ بتلائی کہ وہ کیوں خاص کر میرے پاس آیا ہے جب کہ اور بھی مشنری صاحب موجود ہیں۔ اس نے صرف یہ کہا کہ اتفاقیہ ایک شخص کے آپ کی کوٹھی بتلانے پر آیا ہوں۔ جب ہم نے اس سے پوچھا کہ تم نے کرایہ ریل کا کہاں سے لیا تو وہ بتلا نہ سکا۔ ان باتوں پر ہماری خاص توجہ غور کے واسطے ہوئی اور غور طلب معاملہ ہم نے سمجھا اور یہ میرے دل میں گذرا کہ اس کے بیانات لیکھرام کے قاتل کے بیانات سے عجیب تشبیہ رکھتے ہیں۔ پس ہم نے اس کی طرف خاص دھیان رکھا۔ پس اس سے گفتگو کر کے ہم نے قصد مذکور کیا۔ اس شخص نے واقفیت دینِ عیسوی سے ظاہر کی ہم نے پوچھا کہاں سے یہ واقفیت حاصل کی اس نے کہا کہ قادیاں میں ایک عیسائی بٹالہ کا رہتا ہے جو مسلمان ہو کر مرزا صاحب کے یہاں رہتا ہے نام اس کا سائیاں ہے۔ اس کے پاس انجیل مقدس تھی اور مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جہاں سے مجھے شوق ورغبت ہوئی۔ میں نے اس نوجوان کو مہاں سنگھ گیٹ والے شفاخانہ میں بھیج دیا کہ وہاں طالب علموں کے پاس رہے اور تعلیم پائے۔ اور ہم نے اس کو بوتلوں کے صاف کرنے وغیرہ کا کام دیا۔ قریباً پانچ چھ یوم تک وہ اس جگہ رہا۔ **اوّل** اس میں قابل توجہ یہ بات تھی کہ وہ مرزا صاحب

حاشیہ

اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نَحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا

کے حق میں بہت ہی بُرا بکتا تھا۔ دوم وہ بپتسمہ لینے کی از حد خواہش رکھتا تھا اور سوم وہ بلا وجہ اور بلاطلبی ہماری کوٹھی پر آ کر گشت اور سیر اور ملاقات چاہتا تھا۔ اور باوجودیکہ ۲۰ سال کی عمر میں وہ محمدی ہوا تھا۔ اپنی گوت (برہمن) سے ناواقف تھا اور نانکوں سے ناواقف تھا اور مختلف اشخاص سے مختلف قسم کی اپنی نسبت کہانی بیان کی۔ مثلاً ایک شخص سے اس نے اپنے دوست ایسرداس نام کو بجائے کرپارام کے بتلایا۔ بعد انقضائے پانچ روز ہم نے اپنے ہسپتال واقع بیاس پر اسے بھیج دیا۔ وہاں بھی میرے طالب علم پڑھتے ہیں۔ جاتے ہی اس نے ایک خط مولوی نورالدین کے نام جو میرزا صاحب کا دہنے ہاتھ کا فرشتہ ہے لکھا۔ یہ اُسی شخص کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خط اُس نے لکھا ہے۔ مطلب اس خط کا یہ تھا کہ میں عیسائی ہونے لگا ہوں آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں۔ یہ مطلب بھی اُس کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا اور دیگر شہادت بھی ہے۔ باعث خط لکھنے کا یہ تھا کہ ہم نے اس کو کہا تھا۔ کہ یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم مرزا صاحب کو لکھیں کہ یہ شخص عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ کل کو یہ نہ کہیں کہ تم ان کے چور ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خود ہی خط لکھتا ہوں۔ اور اس نے خط لکھ کر بیرنگ ڈاک میں ڈالا۔ اور مجھے خط کے ذریعہ سے خط لکھنے سے منع کیا تھا جب تک میرے بپتسمہ کا وقت ہو۔ وہ خط

بقیہ حاشیہ

اتفاق ہوا۔ ان کا نام گُلؔ علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیاں میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ

اس پر عرض کیا گیا کہ حضور! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی احیائے موتی کی کیفیت کے متعلق اطمینان چاہا تھا۔ کیا اُن کو بھی پہلے اطمینان نہ تھا؟ فرمایا:

انبیاءؑ تلامیذ الرحمٰن ہوتے ہیں اُن کی ترقی بھی تدریجی ہوتی ہے

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مکتب میں تعلیم پانے والے ہوتے ہیں اور تلامیذ الرحمٰن کہلاتے ہیں۔ اُن کی ترقی بھی تدریجی ہوتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن شریف میں آیا ہے۔ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (الفرقان: ۳۳) پس میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کی حالت کیسی ہوتی ہے جس دن نبی مامور ہوتا ہے اُس دن اور اُس کی نبوت کے آخری دن میں ہزاروں کوس کا فرق ہو جاتا ہے۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کہا۔ ابراہیمؑ تو وہ شخص ہے جس کی نسبت قرآن شریف نے خود فیصلہ کر دیا ہے۔ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى (النجم: ۳۸) وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ۔ (البقرہ: ۱۲۵) پھر یہ اعتراض کس طرح پر ہو سکتا ہے۔

کیا ایک بچہ مثلاً مبارک (سلمہ ربہ) جو آج مکتب میں بٹھایا وہ ایم۔اے یا بی۔اے کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کی بھی حالت ہوتی ہے کہ ان کی ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ میں باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے وُہ تمام آیات جو حضرت مسیحؑ سے متعلق ہیں میرے لیے نازل کی ہیں اور میرا نام مسیح رکھا اور آدم۔ داؤد۔ سلیمان غرض تمام انبیاء کے نام رکھے، مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ مَیں ہی مسیح موعود ہوں جبتک خود اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت پر یہ راز نہ کھول دیا۔ حواریوں نے جو اطمینانِ قلب چاہا ہے وہ ان سب نشانات کے بعد ہے جو وہ دیکھ چکے تھے، اس لیے وہ اعتراض کے نیچے ہیں کہ ان کو ضرور شک تھا۔

آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ نص ہے مسیحؑ کے عدم نزول پر

اس کے بعد امریکہ کے مشہور کاذب اور مفتری ڈاکٹر ڈوئی کے اخبار کا خلاصہ برادر مفتی محمد صادق صاحب نے پڑھ کر سُنایا۔ اُس کے سُننے کے بعد حضرت حجۃ اللہ نے پھر ذکر کیا کہ:

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ (المائدہ: ۱۱۸) سورۃ مائدہ کی آیت پر آج پھر غور کرتے ہوئے ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ اور وُہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیحؑ سے یہ سوال ہوا کہ کیا تُو نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو الٰہ بنالو تو وُہ اپنی بریّت کے لیے جواب دیتے ہیں کہ مَیں نے تو وُہی تعلیم دی تھی جو تُو نے مجھے دی تھی اور جبتک مَیں اُن میں رہا، اُن کا نگران تھا اور جب تُو نے مجھے وفات دے دی۔ تو تُو اُن پر

اندھے کو راہ نہیں دکھا سکتا اور یہ صفت مہدویت اگرچہ تمام نبیوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ سب خدا تعالیٰ کے شاگرد ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں خاص طور پر اور اکمل اور اتم تھی۔ وجہ یہ کہ دوسرے نبیوں نے انسانوں سے بھی تعلیم پائی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ نے گویا شاہزادگی کی حیثیت میں زیر نگرانی فرعون تعلیم پائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُستاد ایک یہودی تھا جس سے انہوں نے ساری بائبل پڑھی اور لکھنا بھی سیکھا ایسا ہی اگر ایک انسان مہدی اور خدا سے تعلیم پانے والا ہو لیکن روحانی بیماریوں کے دُور کرنے کے لئے اس کو رُوح القدس عطا نہ کیا گیا ہو تب بھی وہ لوگوں پر حجت پوری نہیں کر سکتا اور رُوح القدس کی تائید کا متقدم بالزمان نمونہ حضرت مسیح ہیں۔ سو اس زمانہ میں عقلی پہلو سے بھی رُوح القدس کی تائید کی ضرورت ہے کیونکہ ہر ایک انسان طبعاً عقلی اور نقلی دلائل سے ایسا متاثر ہو جاتا ہے کہ اگر ان کے مخالف کوئی معجزہ بھی دکھایا جائے تو کچھ اثر نہیں کرتا اس لئے کامل مصلح کے لئے ہمیشہ سے یہ ضروری شرطیں ہیں کہ وہ ان دونوں صفتوں سے متصف ہو۔ یعنی وہ خدا کا خاص شاگرد ہو اور پھر ہر ایک میدان میں رُوح القدس سے تائید پاتا ہو۔☆ اور مہدی آخر الزمان کے لئے جس کا دوسرا نام

☆ یاد رہے کہ اگرچہ ہر ایک نبی میں مہدی ہونے کی صفت پائی جاتی ہے کیونکہ سب نبی تلامیذ الرحمان ہیں اور نیز اگرچہ ہر ایک نبی میں مؤید بروح القدس ہونے کی صفت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ تمام نبی رُوح القدس سے تائید یافتہ ہیں لیکن پھر بھی یہ دو نام دو نبیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے۔ اور مسیح یعنی مؤید بروح القدس کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ خصوصیت رکھتا ہے گو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نام کے رو سے بھی فائق ہیں کیونکہ اُن کو شدید القویٰ کا دائمی انعام دیا گیا ہے لیکن رُوح القدس کے مرتبہ میں جو شدید القویٰ سے کم مرتبہ ہے حضرت

عن أنس بنِ مالكٍ، قال: قال رسول الله ﷺ: «إنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْبَراً مِنْ نُورٍ، وإنِّي لَعَلَى أَطْولها وأَنْـوَرِهَا، فَيَجِيءُ مناد[1] فينادي: أينَ النَّبـيُّ الأمِّيُّ؟ قالَ: فيقولُ الأنْبِيَاءُ: كُلُّنا نَبِـيٌّ أمِّيٌّ، فإلى[2] أيِّنا أُرْسِلَ؟ فيرجعُ الثَّانِيَةَ، فيقول: أينَ النَّبِـيُّ الْأُمِّيُّ العَرَبِـيُّ؟ قالَ: فَيَنْزِلُ مُحَمَّدٌ حتى يأتي باب الجنة فيقرعهُ، فيقولُ: مَنْ؟ فيقولُ:

محمَّدٌ، أو أحمدُ ... نعم، فَيُفْتَحُ لهُ،
فَيَدْخُلُ، فيتجلَّى ... فَيَخِرُّ للَّهِ ساجداً
ويَحْمَدُه بِمَحَامِدَ ... يحْمَدُهُ أحدٌ بِهَا
مِمَّنْ كانَ بَعْدَهُ، ف ... م تُسْمَعْ، واشْفَعْ
تُشَفَّعْ، وسَلْ تُعْطَ ... يقال: أخرج مَنْ
كان في قلبه مثقا ... ساجداً ويحمدُهُ
بمحامدَ لم يحمد ... مِمَّنْ كان بعده،
فيقال له: محمَّدُ ... مع تُشَفَّع، وسَلْ
تُعْطَه، فيقالُ لَهُ: ... ثُمَّ يَرْجِعُ الثَّالِثَةَ،
فَيَخِرُّ للَّهِ ساجِدَاً، ... دٌ كانَ قبلَهُ، ولنْ
يَحْمَدُهُ أَحَدٌ مِمَّنْ ... نَ في قَلْبِهِ مِثْقَالُ
خَرْدَلَةٍ، ثُمَّ يَرْجِعُ ... يحْمَدْهُ بها أحدٌ
مِمَّنْ كان قبلَهُ، ... عده، فيقال لَهُ:

الإحسان

في تقريب

صحيح ابن حبان

تأليف

الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي

المتوفى سنة ٧٣٩ هـ

المجلد الرابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط

مؤسسة الرسالة

(١) في الأصل «مناد:

(٢) تحرفت في الأص

کا نام ☆ پاکر اور اُسی میں ہو کر اور اُسی کا **مظہر** بن کر آیا ہوں۔ اِس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ

☆ حاشیہ

یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود **میرا اسم** پائے گا اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا یعنی اس کی طرف سے **کوئی نیا** دعویٰ نبوت اور رسالت کا نہیں ہوگا بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے وہ **محمدی نبوت** کی چادر کو ہی **ظلّی** طور پر اپنے پر لے گا اور اپنی زندگی اُسی کے نام پر ظاہر کرے گا اور مر کر بھی اُسی کی قبر میں جائے گا تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے اور یا علیحدہ رسول آیا بلکہ بروزی طور پر **وہی آیا جو خاتم الانبیاء** تھا۔ مگر ظلّی طور پر اسی راز کے لئے کہا گیا کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کیا جائے گا کیونکہ رنگِ دوئی اس میں نہیں آیا پھر کیونکر علیحدہ قبر میں تصور کیا جائے۔ دنیا اس نکتہ کو نہیں پہچانتی۔ اگر اہلِ دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ اِسْمُهٗ کَاِسْمِیْ وَیُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ تو وہ شوخیاں نہ کرتے اور ایمان لاتے۔ اِس نکتہ کو یاد رکھو کہ مَیں رسول اور نبی **نہیں ہوں۔** یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے۔ **اور مَیں رسول اور نبی** ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے مَیں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا **کامل انعکاس** ہے۔ اگر مَیں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفٰی اور مجتبٰی نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا بلکہ مَیں کسی علیحدہ نام سے آتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجودِ محمدی میں مجھے داخل کر دیا یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جائے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا اور ایسا کیوں کہا گیا اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس نے خاتم الانبیاء

باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا **نبی** کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ

''من نیستم رسول و نیاوردہ اَم کتاب''

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیّین کی مُہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مُہر نہیں ٹوٹتی☆ یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے ایسا ہی

☆ یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیّین کی پیشگوئی کی مُہر ٹوٹی اور نہ اُمت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ[1] کے مطابق ہے محروم رہے مگر حضرت عیسیٰ کو دوبارہ اُتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پا چکی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیّین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ[2]۔ منہ

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20،30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہو سکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814